نصرت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم
اسلامی ممالک اور حکومتوں کی ذمے داریاں

ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ
ترجمہ: محمد کاشف شیخ

ڈاکٹر صاحب کا یہ خطبہ رابطہ عالم اسلامی کی ایک کانفرنس منعقدہ مکہ مکرمہ میں پیش کیا گیا تھا۔ اس کا پیغام آج بھی تازہ ہے، اسی ضرورت کے تحت اس کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ ادارہ

اسلام نے ریاست اور مملکت کو اجتماعی امور سے متعلق اہداف اور دینی مقاصد کے حصول کا ذریعہ قرار دیا ہے، اور بہ حیثیت مجموعی امت مسلمہ کو اس کا مکلف ٹھہرایا گیا ہے۔ فقہائے اسلام نے بھی اس بات کی تصریح کی ہے کہ عمومی سیادت وقیادت اور شریعت کے اہداف ومقاصد کی آب یاری کے لئے اولین مسئولیت تو پوری امت پر ہے، لیکن مسلمانوں کے امام اور حکم راں امت کی نمائندگی کرتے ہوئے ان ذمے داریوں کی تکمیل پر مامور ہیں۔ اس بات کی توضیح مشہور شافعی فقیہ قاضی ابوبکر باقلانیؒ نے ان الفاظ میں کی ہے کہ امام کو اپنے جملہ فرائض منصبی کی ادائیگی میں امت کے وکیل اور نمائندے کا درجہ حاصل ہے، لیکن عام افراد امت کا یہ کام بھی کوئی کم اہم نہیں ہے، جس کی انجام دہی میں وہ اپنے امام کی پشت بانی کرتے ہوئے اسے راہ راست پر رکھنے، اس کی تعمیری اصلاح اور تذکیر وتنبیہ، امام پر لازم حقوق کے حصول کی تگ ودو اور ممنوعات میں سے کسی سنگین جرم کے ارتکاب کی صورت میں اسے تبدیل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ ہونے دیں۔

ایک اور جلیل القدر حنفی فقیہ امام علاؤالدین کاسانیؒ نے ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں کے امام اور خلیفہ اعظم کے سپرد تمام مسلمانوں کی ولایت اور سرپرستی ہے۔ جیسے امت کے پیغمبروں کو ایک خاص منصب

عطا کیا جاتا ہے، اسی طرح خلیفہ اور امام بھی بڑی ذمے داری پر فائز کیے جاتے ہیں اور ان کی سرگرمیوں کا مرکز ومحور مسلمانوں کا مفاد عامہ ہونا چاہئے۔ سیدنا عمر بن الخطابؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ نے اس بات کی نشان دہی کردی تھی کہ امام کا مرتبہ تمام مسلمانوں کے امیر اور وکیل (نمائندے) کا ہونا چاہئے۔

ان تصریحات سے بہ خوبی اجاگر ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مسلمانوں کے اولی الامر اور ائمہ کو ہر دور میں دنیا کی سیاست کے ساتھ تحفظ دین کا مشن بھی سونپا گیا۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ ائمہ اور والیان ریاست کے دائرہ کار میں عقائد اسلام کا تحفظ، اسلامی تعلیمات کی اشاعت اور شرعی مقاصد کو فروغ دیتے ہوئے نفاذ شریعت اور غلبہ اسلام جیسے مبارک اہداف کا حصول ہمیشہ شامل رہا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ نے ایک مقام پر نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ اپنے عمال کو ان کے زیر سیادت علاقوں میں بھیجتے وقت وہاں کے باشندوں کو لکھتے تھے: میں نے اپنے عمال تمہاری جانب رب کریم کی کتاب (قرآن مجید) اور سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم راہ اس لئے بھیجے ہیں کہ وہ دین اسلام کو قائم کریں۔

یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ مصالح اسلام، شریعت کی بالادستی اور احکام اسلام کی فرماں روائی سے اسلامی مملکت نہ پہلے کبھی لاتعلق رہی ہے اور نہ آئندہ اس کے بارے میں ایسا کوئی تصور کیا جاسکتا ہے۔ قرآن حکیم میں واضح الفاظ کے ساتھ اسلامی مملکت کے فرائض وواجبات کو اپنی اساس اور روح کے اعتبار سے (سیاسی سے زیادہ) دینی واخلاقی قرار دیا گیا ہے۔ جنہیں اللہ تعالی روئے زمین پر اختیار و اقتدار عطا کرے، ان کی اولین ذمے داری یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اقامت صلوٰۃ وایتائے زکوٰۃ کا نظام قائم کریں، اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فرض بھی انجام دیں۔

جن فقہائے اسلام ومتکلمین نے منصب امامت وسیاست اور اس سے وابستہ ذمے داریوں سے بحث کی ہے وہ یہ ذکر کیے بغیر نہیں رہ سکے کہ مقاصد شریعت کی نگہ بانی دراصل تمام ائمہ کی بنیادی ذمے داری ہے اور جو اجتماعی ذمے داریاں عام امت پر لاگو ہوتی ہیں اسلامی حکومت پر لازم ہے کہ وہ ان تمام ذمے داریوں کو امت مسلمہ کی نمائندگی کا حق ادا کرتے ہوئے انجام دے۔ ان جملہ ذمے داریوں میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے علاوہ ریاستی ومعاشرتی نظم ونسق، امن عامہ اور قومی سلامتی کو یقینی بنانا، لاقانونیت اور انتشار پر قابو پانا، عدل ومساوات کی بالادستی، شرعی حدود کا نفاذ، دعوت دین کی راہ میں حائل مشکلات کا ازالہ اور دین کو بہ حیثیت مجموعی قائم ودائم رکھنا اسلامی حکومت کے کرنے کے کام ہیں۔

مسلم معاشروں میں جو گروہ مغربی تہذیب کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، ان میں بہت سی منفی قسم

کی باتیں، گم راہ کن غلط فہمیاں اور بگڑے ہوئے نظریات پروان چڑھنے کا سبب ان کے سیکولر اور لادین افکار جن کا اثر ان کے سیاست اور جدید قانون سازی کے تصورات کی تشکیل پر لامحالہ پڑتا ہے۔ایسے فاسد نظریات کی بنیاد پر سیکولر طبقوں میں سے بعض لوگ دین کے عام تقاضوں اور سیاست وحکومت کو باہم ایک دوسرے سے جدا کرنا چاہتے ہیں۔(گویا دین وسیاست دو الگ چیزیں ہوں) مغربی دنیا اپنے اس دعوے پر مُصر ہے کہ حکومتی اداروں اور حکومتی محکموں کا دین اور دینی ضروریات سے کوئی تعلق نہیں، اور اہل مغرب اس تگ ودو میں لگے رہتے ہیں کہ عالم اسلام کے اصحاب فکر ودانش بھی ان کے نظریے کو جوں کا توں مان لیں کہ حکومتوں اور حکومتی اداروں کا دین کے دفاع اور دینی تقاضوں کی تکمیل سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے۔یہ اہل مغرب کا دوغلا پن ہے کہ ان کا اپنا طرزِ عمل اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں ان کی خواہشات کے بالکل منافی ہے۔اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ مغربی تہذیب اور سیکولر ثقافت کی بنیاد عیسائی مذہب کے اصولوں پر رکھی گئی ہے، اس کے باوجود ہم مغربی دنیا کی حکومتوں کو پوری ڈھٹائی اور دیدہ دلیری کے ساتھ مغربی تہذیب وافکار کو تحفظ فراہم کرتا دیکھ سکتے ہیں۔طرفہ تماشہ یہ ہے کہ مغرب کے اس دوغلے پن کے باوجود عالم اسلام کے نام نہاد روشن خیال طبقے مرزبی فکر کو ان کی اپنی تشریحات کے مطابق من وعن قبول کرنے پر تلے ہوئے ہیں، صرف یہی نہیں بل کہ ان کی تو کوشش یہی ہے کہ وہ مغرب کے ان فرسودہ خیالات کو اسلامی معاشرے اور مسلم ممالک کے عوام پر زبردستی تھوپ دیں۔اس تمام صورت حال میں یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ یہ درحقیقت اہل مغرب کی ایک چال ہے جس کے ذریعے وہ عیسائی تہذیب، مذہب اور سیکولر ثقافت کا پوری دنیا پر تسلط برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔

سرکار رسالت مآب ﷺ پر ایمان اور ہماری ذمے داریاں

مسلمان ہونے کے ناطے عالم اسلام کے ہر فرد کے لئے اپنی ان ذمے داریوں کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے، جو اسلام کی تہذیب، ثقافت اور دعوت کے حوالے سے ان پر عائد ہوتی ہیں، ان ذمے داریوں کو قرآن حکیم کی واضح آیات میں بہ یک وقت فرد، گروہ، معاشرے اور ریاست سب پر لاگو کیا گیا ہے۔فی الواقع اسلامی تہذیب کو عقیدہ توحید ورسالت سے جلا ملتی ہے اور اگر اسلام کے ان بنیادی عقائد ونظریات کا دفاع کیا جائے تو اس سے اسلامی تہذیب وثقافت کا تحفظ ممکن بنایا جاسکتا ہے۔قرآن حکیم میں دنیا وآخرت کی کام یابی کے لئے سرکار رسالت مآب ﷺ پر ایمان کے سلسلے میں چار لازمی شرائط بیان کی گئی ہیں۔

ا۔ رسول اکرم ﷺ پر ایمان کامل

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِھِمْ ؕ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا (۱)

اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے بعد کسی مومن مرد اور عورت کو اپنے کسی امر کا اختیار باقی نہیں رہتا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ صریح گم راہی میں پڑے گا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنا اور ان کی شریعت کو کھلے دل سے ماننا اور اپنانا شرط ایمان ہے۔ حقیقی اور قلبی ایمان کا لازمی تقاضہ ہے کہ آپس کے اختلافات اور تنازعات میں سرکار رسالت مآب ﷺ کو حکم تسلیم کیا جائے۔ قرآن حکیم میں یہ بات واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (۲)

اے محمد ﷺ! تمہارے رب کی قسم، یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کے اپنے باہمی اختلافات میں تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی نہ محسوس کریں، بل کہ سر بہ سر تسلیم کرلیں۔

مومن حقیقی کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کے بارے میں سراپا انقیاد اور سمع وطاعت کا پیکر ہو، جیسا کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (۳)

مومنوں کی بات تو یہی تھی کہ جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف اس لئے بلایا گیا تاکہ وہ (رسول) ان کے درمیان فیصلہ کردے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور مان لیا اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

۲۔ تعظیم وتکریم

حضور ختمی مرتبت ﷺ کی تعظیم وتکریم کا حکم قرآن حکیم میں تعزیر (وعزروہ) کے الفاظ کے ساتھ

دیا گیا ہے اور تعزیر کا مطلب حضور اکرم ﷺ کے مرتبے کی حد درجے تعظیم وتکریم اور ان کی زندگی میں بھی اور دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد بھی ان کا انتہائی احترام ملحوظ خاطر رکھنا ہے۔اہل ایمان کو ان کی مبارک آواز سے اپنی آواز پست رکھنے اور ان کے جناب میں بلند آواز میں گفت گو سے گریز کا حکم دیا گیا ہے، اس حکم پر عمل نہ صرف یہ کہ ان کی حیات طیبہ میں ضروری تھا بلکہ جہاں ان کے ارشادات عالیہ اور بصیرت افروز اوامر کا تذکرہ جاری ہو، اس سے بھی متعلق ہے۔اس حکم کی خلاف ورزی کی صورت میں اہل ایمان کے اعمال غیر محسوس طور پر ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔

۳۔ تائید ونصرت

نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد ان کی تائید ونصرت کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ ان کے لائے ہوئے دین کی مدد کی جائے، ان کے پیغام اور دعوت کو خوب خوب پھیلایا جائے، ان کے کلمے کی سربلندی اور دین کی اقامت کی تگ ودو کی جائے اور ان کے پیغام کی اشاعت اور شریعت کی ترویج میں حائل رکاوٹوں کا ازالہ کیا جائے۔جملہ انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنے پیروکاروں کو اپنی اور دین کی تائید ونصرت کے لئے پکارا، جس نے بھی ان کی اس پکار پر لبیک کہا تو وہ مخلص اہل نصرت مسلمانوں میں شمار ہو، اور جس نے اس پکار پر توجہ نہ دی، تو وہ ایسے منافقین میں شمار کیا گیا کہ جن کا صرف ظاہری دعویٰ اسلام کا ہے۔حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نے بھی اپنے پیروکاروں کو مدد کے لئے پکارا تھا، ان کی اس پکار کو قرآن حکیم میں ان لفظوں میں ذکر کیا گیا ہے:

مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ط قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ (۴)

اللہ کی راہ میں کون میرا مددگار ہے؟ حواریوں نے کہا کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں

۴۔ اتباع کامل

سرکار رسالت مآب ﷺ کے ذریعے ہم تک پہنچنے والی الٰہی ہدایت اور ان پر نازل کیا گیا نور ہدایت یعنی قرآن حکیم دونوں کی کامل اتباع رسالت پر ایمان کا لازمی تقاضہ ہے۔اتباع کامل اس وقت تک نہیں ہوسکتی کہ جب تک ہر فرد اپنی خواہشات کو ان کی لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ کردے، رب کریم کی محبت کو حاصل کرنے کا یہی واحد راستہ ہے جسے مختلف زمانوں میں تزکیہ وروحانی تربیت کرنے والے اصحاب سلوک نے اپنی دعوت کا بنیادی نکتہ بنایا۔

نبی کریم ﷺ پر ایمان کے حوالے سے مسلم امہ پر یہی چار فرائض عائد ہوتے ہیں اور جیسا کہ واضح

کیا جا چکا ہے کہ مسلم حکومتیں، ان کے حکم راں اور اولی الامر اس امت کی نیابت کے منصب پر فائز ہیں، بہ شرطے کہ وہ نیابت کے تقاضوں کو پورا کریں جس میں امت کے اہداف ومقاصد کا حصول نمایاں ہے۔امت کے یہ نمائندے اس کے اجتماعی فرائض اور دیگر عائد ذمے داریوں کو امت کی جگہ ادا کرنے کے پابند ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے دین کے تحفظ اور سیاست دنیا کے لئے جو امور بھی انجام دیے اب اسلامی ریاست ان امور کی انجام دہی میں نبی کریم ﷺ کے نائب کے طور پر ذمے دار ہے اور فقہا و متکلمین کی تعبیر کے مطابق ان ہی معنوں میں دین ودنیا کے مصالح کو بروئے کار لانے کے لئے امامت اور خلافت کا منصب قائم کیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (۵)

ترجمہ بلاشبہ نبی ﷺ تو اہل ایمان کے لئے ان کی اپنی ذات پر مقدم ہے۔

سورہ توبہ میں یہی بات اس پیرائے میں کہی گئی ہے۔فرمان باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَهَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ (۶)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا ہونے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جس کو تم پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو تم انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیج دے۔اور اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

شان رسالت ﷺ میں گستاخی، مغرب کا ہدف کیا ہے؟

شان رسالت ﷺ میں مغرب کی جانب سے کیے جانے والے گستاخانہ حملے نئے نہیں بل کہ یہ سلسلہ آغازِ اسلام سے ہی جاری ہے۔عہد رسالت مآب ﷺ اور بعد کے زمانوں میں یہود ونصاریٰ کے خود غرض اور مفاد پرست ٹولے نے بعض بے بنیاد شکوک وشبہات، جھوٹی افواہوں اور گم راہ کن

اعتراضات کو پھیلانا شروع کیا، جسے وہ مکہ مکرمہ میں مشرکین اور مدینہ منورہ میں منافقین کے ذہنوں میں ڈالتے رہتے تھے، یہ ناپاک جسارتیں چودہ صدیوں تک بلاتعطل جاری رہی ہیں اور اب یہ مذموم حرکت مغرب سے شائع ہونے والے جرائد ورسائل میں گستاخانہ خاکوں کی صورت میں سامنے آئی ہے۔اس طرح کی ناپاک کوششیں مسلمانوں کا عقیدہ متزلزل کرنے کے لئے مغرب کی جانب سے جاری وساری ہیں، جس کے ذریعے مغرب اسلام کی بڑھتی ہوئی شان وشوکت اور نبی کریم ﷺ کی رفعتِ شان کو کم کرنے کا ناکام ہدف حاصل کرنا چاہتا ہے، اور اس سے مسلمانوں کے ذہنی وفکری نام کو جس پر ان کے عقیدے کی بنیاد ہے، متزلزل کرنا مغرب کے پیش نظر ہے۔تاریخ بالخصوص عہد اسلام میں ایسے بے شمار قابل ذکر واقعات پیش کیے جاسکتے ہیں کہ عہد بنوامیہ میں مغربی ممالک میں اور عہد بنوعباس میں مشرقی ممالک میں مسلمانوں کی جانب سے یہود ونصاریٰ کے ساتھ مثالی ہمدردانہ سلوک روا رکھا گیا۔تاریخ انسانی کبھی اہل مغرب کے دوغلے پن کو فراموش نہیں کرسکتی کہ نہ صرف حکومتی سطح پر بل کہ مسلم معاشرے کے عام طبقوں کی جانب سے بھی غیر مسلموں کو جو احترام اور توقیر انسانی بنیادوں پر ملی تھی اس سب کو نظر انداز کرتے ہوئے جو طرزِ عمل شانِ رسالت مآب ﷺ کے خلاف ناپاک اور رکیک حملوں کا طریقہ یوحنا دمشقی اور ابن اسحاق عبدالمسیح کندی سمیت دیگر غیر مسلم پیشواؤں نے اختیار کیا۔

ہمیں چاہئے کہ شان رسالت ﷺ میں کی گئی حالیہ گستاخانہ اور نازیبا حرکتوں کے پس پردہ مستشرقین کے عیسائی مشنری اور استعماری عزائم کو ہرگز نظرانداز نہ کریں، جنہیں وہ اپنی تحریروں اور رسائل میں آشکار کرچکے ہیں۔ان مذموم عزائم کو بہ روئے کار لاتے ہوئے ان مستشرقین نے خاکم بدہن سب وشتم اور الزام تراشی کا کوئی طریقہ نہیں چھوڑا، جس سے انہوں نے جناب نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں ہرزہ سرائی نہ کی ہو۔

استعماری دور میں مختلف علمی ادارے اور ریسرچ اکیڈمیاں قائم کی گئیں، جنہیں استعماری حکومتوں کی مالی امداد کے علاوہ مختلف بادشاہوں اور حکومتوں کی مکمل سرپرستی اور ہر طرح کی معاونت حاصل رہی اور پھر ان اداروں کی جانب سے بڑے پیمانے پر اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف زہریلے لٹریچر سے دنیا بھر کی لائبریریاں بھردی گئیں۔اور ان کی ہمتیں اس حد تک بڑھ گئیں کہ انہوں نے بھی اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی مخالفت میں ہر حربہ آزمایا، دشنام طرازی کے اگلے پچھلے سارے ریکارڈ توڑ ڈالے، جس سے دین اسلام اور سرکار رسالت مآب ﷺ کی ذات اقدس فی الحقیقت مامون ومحفوظ ہیں۔

ایک مغربی مصنفہ نے یورپی زبانوں میں سیرت رسول اکرم ﷺ پر ہونے والے کام کا تاریخی

ارتقا کے ساتھ ایک جائزہ پیش کیا ہے، جس میں گزشتہ دس صدیوں میں اہل مغرب کے پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں لکھے گئے لٹریچر پر اہم معلومات یک جا ملتی ہیں۔ اس طویل تاریخ کی روشنی میں مغربی ذرائع ابلاغ کی جانب سے مسلمانوں کے مرکز عقیدت ومحبت پر حملوں میں کارفرما عوامل کا جائزہ لیا جانا چاہئے، یہ بات بالکل واضح ہے کہ ڈنمارک کے اخبار میں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت اور پھر اس کے بعد کئی دیگر مغربی جرائد ورسائل اور اخبارات میں ان خاکوں کی دوبارہ اشاعت اچانک رونما ہونے والا پہلا واقعہ نہیں ہے، اور ایسا بھی نہیں ہے کہ یہ صورت حال اس واقعے کے بعد پیش آنے والے حالات وواقعات پر اثر انداز نہ ہو۔

حقیقت تو یہ ہے کہ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت مغرب کے مفاد پرست طبقوں کی اپنے مخصوص عزائم اور مقاصد کے حصول کے لئے ہزار سال سے زائد عرصے پر محیط طے شدہ حکمت عملی کا حصہ ہے۔

بین الاقوامی ذرائع ابلاغ بیان کر چکے ہیں کہ ڈنمارک کے اخبار کے چیف ایڈیرن برائے امور ثقافت یولانو بوسٹن نے تہذیب وثقافت کے میدان میں عالم اسلام کے خلاف جنگ کا منصوبہ بنا رکھا تھا، جس کے خاکے میں وہ ایک سال سے رنگ بھرنے میں مصروف تھا۔ اس منصوبے کے سلسلے میں اس نے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے دورے میں چند ایسے مستشرقین کے ساتھ ملاقاتیں کیں جو اسلام دشمنی پر مبنی اپنے مذموم عزائم کے حوالے سے معروف ہیں۔ اس دوران ایسے گروپ کے ساتھ بھی اس کی مشاورت کا اہتمام کیا گیا تھا، جس میں شامل بعض افراد امریکی حکومت کی ایڈوائزی بورڈ کا حصہ تھے، گویا اس مذموم ایجنڈے کی تکمیل میں امریکی حکومت برابر شریک کار تھی۔

گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے بعد جب مسلم ممالک کے سفرا اور اسلامی تنظیموں کے سربراہان نے خاکوں کی اشاعت کے حوالے سے اسلام اور مسلمانوں کے نقطہ نظر سے آگاہ کرنے کے لئے ڈنمارک کے وزیر اعظم سے ملاقات کرنا چاہی تو اس نے ملنے سے اس بنا پر صاف انکار کر دیا کہ گستاخانہ خاکوں کی اشاعت مغرب کے نظریہ آزادی اظہار رائے کا مظہر ہے۔ معاملہ پھر یہیں تک نہیں رکا، بل کہ یہ خاکے ۲۲ مغربی ممالک سے نکلنے والے ۷۵ سے زائد اخبارات وجرائد نے چھاپے اور ان خاکوں کو دو سو سے زائد سیٹلائٹ چینلز پر بار بار نشر کیا گیا۔

ہالینڈ کے بعض اخبارات نے یہ اعلان کیا کہ وہ عن قریب ان خاکوں کی ہفتہ وار اشاعت کا سلسلہ شروع کر رہے ہیں، تاکہ مسلمان اس کے عادی ہو جائیں۔ اس موقع پر امریکی صدر جارج بش اور برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر نے ڈنمارک کے وزیر اعظم کو فون کر کے ڈنمارک کی تائید کرتے ہوئے ہر

طرح کے تعاون کی یقین دہانی کرائی۔

اس تمام تر صورت حال میں ایک لمحے کے لئے رک کر ہمیں یہ سوال ضرور اٹھانا چاہئے کہ شان رسالت مآب ﷺ میں ایسی مذموم اور گھٹیا حرکتوں کا ارتکاب بار بار کیوں کیا جا رہا ہے؟ یہ سب کچھ اسلام کو کم تر دکھانے اور مسلمانوں کی ایذا رسانی کے لئے کیا جا رہا ہے۔ ان امور کا تدارک کرنے کے لئے ہم جو بھی پالیسی وضع کریں اس سے پہلے ہمیں ایسے ناپاک عزائم اور زہر آلود کوششوں کے پس پردہ کارفرما عوامل کا پوری بصیرت کے ساتھ ادراک کر لینا چاہئے اور پیش آمدہ صورت حال کے اسباب و محرکات کا سراغ ضرور لگا لینا چاہئے کیوں کہ اس کے بغیر ہم ایسی کوششوں کے مقابلے کے لئے کوئی ٹھوس پالیسی نہیں بنا سکتے، جس سے مستقبل میں اس طرح کے واقعات کا کلی طور پر سدباب ہو سکے۔ الغرض یہ کہ دشمن کی سلگائی ہوئی جنگ کی آگ کو بجھانے کے لئے ناگزیر ہے کہ دفاعی حکمت عملی بناتے وقت نہایت باریک بینی کے ساتھ کامل ادراک کے حصول کی خاطر درست تجزیہ کیا جائے کہ دشمن کس پالیسی پر عمل پیرا ہے۔

مسلم حکومتوں کی ذمے داریاں

اوپر جن باتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے اس حوالے سے مسلم حکومتوں اور عالم اسلام کے قائدین کیکندھوں پر بھاری ذمے داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ان ذمے داریوں کو مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت اجمالاً پیش کیا جا سکتا ہے۔

اول: شعبہ تعلیم

بیشتر اسلامی ممالک میں نظام تعلیم دین اسلام کو مطلوب کم سے کم معیار کو بھی پورا کرتا نہیں دکھائی دیتا۔ اسکول، کالج اور یونیورسٹی لیول کا نصاب تعلیم آج بھی وہی ہے جو انہیں مغربی استعمار سے ورثے میں ملا تھا، اور اسے مسلمانوں کی نسل نو کے لئے افادیت اور مقصدیت کے بارے میں سوچے سمجھے بغیر میں ہو بہ ہو نافذ کر دیا گیا، مسلم دنیا کے کئی ممالک کے تعلیمی نظام و نصاب میں ان امور کی شمولیت کا خیال نہیں رکھا گیا کہ جن سے تعلیم یافتہ نوجوانوں کے عقیدے، عبادات اور معاملات زندگی کے طور طریقوں کی اصلاح کی جا سکے۔ اس افسوس ناک لاپروائی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہماری نوجوان نسل بے راہ روی اور انتشار کا شکار ہو گئی اور اس اضطراب کی وجہ سے انہیں ان مشکلات سے نجات کی کوئی راہ سجھائی نہیں دے رہی۔ اس غیر یقینی صورت حال میں پروان چڑھنے والی نوجوان نسل اپنی شخصیت کے اعتبار سے غیر متوازن اور غیر معتدل مزاجی سے دوچار ہے، اگرچہ دلی طور پر تو وہ غیرت مند مسلمان ہیں لیکن فکری طور پر الحاد میں مبتلا

اور عملی اعتبار سے گناہوں کی دلدل میں لتھڑے ہوئے ہیں اس لئے جب بھی مغربی دنیا کے عزائم کے مقابلے میں کردار ادا کرنے کا موقع آتا ہے تو ہماری نوجوان نسل بے یقینی کی صورت حال سے ہی نہیں نکل پاتی کہ وہ مشرق و مغرب میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کئے جانے والے اقدامات کا توڑ کیسے کریں اور اس کے مقابلے میں انہیں اپنا تعمیری کردار کیوں کر ادا کرنا ہے۔ ہماری نوجوان نسل کی ذہنی پس ماندگی اور فکری انتشار کی سنگینی کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اسلام کے بنیادی عقائد تک سے ناواقف ہیں۔ سرکار رسالت مآب ﷺ پر ایمان لانے کے باوجود ان کی ناموس سے متعلق تعلیمات سے آگاہ نہیں۔ اس صورت حال میں اسلامی ممالک کے نظام و نصاب تعلیم پر نظر ثانی کی ضرورت ہے جس سے نظام ہائے تعلیم میں دینی مواد درس کی خاطر خواہ مقدار میں شمولیت یقینی بنائی جا سکے۔ ان موضوعات میں عقیدے، عبادات اور معاملات کی اصلاح کا نصاب ضرور شامل ہو۔ مختلف درجات کے نصاب میں مطالعہ سیرت النبی ﷺ کی شمولیت بھی ضروری ہے۔ مناسب ہوگا کہ مطالعہ سیرت اور منتخب احادیث ابتدائی جماعتوں سے لے کر یونی ورسٹی سطح کے نصاب میں مسلسل پڑھائی جائیں۔ مختلف تخصصات میں مضمون کی مناسبت سے مطالعہ سیرت اور احادیث مبارکہ کا انتخاب شامل درس کیا جا سکے تو بہتر ہوگا۔ مثلاً ایجوکیشن کالجز میں علم التعلیم (Education) (Teacher) کی تدریس میں سرکار دو عالم ﷺ کا اسوہ (Model Role) اور تعلیم و تدریس سے متعلق احادیث مبارکہ پڑھائی جا سکتی ہیں۔ Commerce کے عمومی اور تخصص کے نصاب میں نبی اکرم ﷺ کا اسوہ بہ حیثیت سچے اور دیانت دار تاجر کے پڑھایا جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ تجارت سے متعلق احادیث بھی شامل درس کی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح تخصص کے کسی بھی شعبے کا نصاب خصوصی مطالعہ سیرت سے خالی نہیں ہونا چاہئے۔

دوم: شعبہ دعوت

شعبہ دعوت کے سلسلے میں عصر حاضر کی زیادہ تر مسلم حکومتیں غفلت کی مرتکب ہو رہی ہیں، باوجودے کہ دعوت دین کے راستے میں حائل مشکلات پر قابو پانے کے لئے مختلف النوع دعوتی سرگرمیوں کو جاری وساری رکھنا اسلامی ریاست کے بنیادی فرائض میں سے ہے، جس کی مقالے کے آغاز میں نشان دہی کر دی گئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان حالات میں بھی بعض حکومتی اور غیر حکومتی ادارے مختلف زبانوں میں نت نئے اسلوب کے ساتھ اشاعت دین کا مشن جاری رکھے ہوئے ہیں، لیکن یہ افسوس ناک حقیقت تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ ان اداروں اور تنظیموں کے مابین اشتراک عمل کا فقدان ہے، کم از کم غیر

مسلم ممالک میں جاری دعوتی کوششوں میں باہمی اشتراک اور ہم آہنگی کا پایا جانا ضروری خیال کیا جانا چاہئے۔اس حوالے سے درج ذیل دعوت دین کے امور میں اشتراک عمل ضرور ہونا چاہئے:

الف۔مغرب اور اس کے علاوہ باقی دنیا میں غیر مسلم ممالک کے لئے داعیان دین کی تیاری

ب۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں دعوت دین،عقائد اسلام اور اسلامی تہذیب وثقافت جیسے موضوعات پر مبنی اسلامی لٹریچر کی نشر واشاعت

ج۔مغربی دنیا میں قائم اسلامک سینٹرز اور تنظیموں کے درمیان رابطہ اور اشتراک عمل

د۔اسلامی لٹریچر میں جن کتب کی طباعت واشاعت پر خصوصی توجہ دینی چاہئے ان میں ترجمہ قرآن حکیم،منتخب تفاسیر قرآن،منتخب کتب حدیث کے علاوہ کتب سیرت رسول اکرم ﷺ،آسان فقہ وفقہ الاقلیات (اقلیتوں کے بارے میں احکام ومسائل) کی کتب نیز اسلامی تہذیب وثقافت پر مبنی عمومی کتب شامل ہیں۔

سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر میں چند قابل ذکر کتب تجویز کرنا چاہوں گا جنہیں عالمی سطح پر بڑی زبانوں میں ترجمہ کرکے عام کرنا مناسب ہوگا:

۱۔الرحیق المکتوم از صفی الرحمٰن مبارکپوری

۲۔الرسالہ المحمدیہ ﷺ از علامہ سید سلیمان ندوی

۳۔سیرت پیغمبر اسلام ﷺ اور اس کے اثرات (بزبان فرانسیسی) از ڈاکٹر محمد حمید اللہ

۴۔سیرت محمد ﷺ (بہ زبان انگریزی) از مارٹ لنکس (برطانوی نومسلم) واضح رہے کہ یہ کتاب مؤلف نے سیرت کے اولین اہم مصادر کو پیش نظر رکھ کر مرتب کی ہے۔

۵۔خاتم النبیین ﷺ از ڈاکٹر شوقی ضیف

۶۔فقہ السیر ۃ النبویہ از ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی

۷۔خاتم النبیین ﷺ از علامہ محمد ابوزہرہ

سوم: ذرائع ابلاغ کے میدان میں

بیشتر اسلامی ممالک میں ذرائع ابلاغ ان ممالک کی حکومتوں کے زیر اثر ہوتے ہیں۔یہ حکومتیں اخبارات میں اپنے اثر ونفوذ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے زیادہ تر اپنے سیاسی مفادات کے تحفظ اور حکام کی تشہیر پر اکتفا کرتی ہیں۔اسلام کے عمومی اغراض ومقاصد کی آب یاری عالم اسلام کے ابلاغی اداروں کے

ایجنڈے میں سرفہرست نہیں، ماسوائے ان امور کے جو ان ممالک میں قائم حکومت کے سیاسی معاملات سے متعلق ہوں اور حکومت کو ان معاملات میں تائید درکار ہو۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومتی عمل دخل کا اخبارات اور ٹی وی چینلز کے معاملات چلانے میں نمایاں کردار ہوتا ہے، اس لئے اسلامی ممالک کی وزارت اطلاعات ونشریات میں ایک شعبہ ایسا ضرور قائم ہونا چاہئے جو بین الاقوامی میڈیا بہ شمول اخبارات وجرائد، ٹی وی چینلز اور دیگر نشریاتی اداروں میں اسلامی پروگرامات کا انعقاد ممکن بنائے، اس سے اسلام کی تشہیر وترویج اور شعائر اسلام کے تحفظ کی راہ ہموار ہوگی۔

چہارم۔سفارتی محاذ پر

یہ امید کی جاسکتی ہے کہ مسلم ممالک کی حکومتوں نے تازہ ترین صورت حال میں ناموس رسول اکرم ﷺ کے سلسلے میں سفارتی محاذ پر اپنی ذمے داریوں کی ادائیگی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا ہوگا، جس کے لئے انہوں نے سفارتی وفود اور ملاقاتوں کے تبادلے کے ذریعے مغربی ممالک کے منفی رویے پر اثر انداز ہونے کی کوشش کی ہوگی، لیکن ظاہر بات ہے کہ اتنا کافی نہیں ہے، اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بڑے پیمانے پر اشتراک عمل (Coordination) اور مشترکہ کاوشوں کی بھی ضرورت ہے علاوہ ازیں مغربی ممالک کے دارالحکومتوں اور دیگر بڑے شہروں میں مصروف کار مختلف تنظیموں اور اداروں سے روابط استوار کرنا نہایت اہم ہے۔

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ سعودی عرب اور بعض دیگر اسلامی ممالک کی حکومتوں نے دنیا بھر میں دعوت دین کی اشاعتی سرگرمیوں اور الاہدی قوتوں کی کوششوں کا علمی وفکری انداز سے مقابلہ کرنے کے لئے دفاتر قائم کر رکھے ہیں لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہ مساعی الگ الگ کی جارہی ہیں اور مختلف گروہوں کے مابین رابطے اور اشتراک عمل کا فقدان ہے۔ الگ الگ کی جانے والی مساعی اور باہمی اشتراک عمل نہ ہونے کی وجہ سے یہ تو ضرور ہوا ہے کہ کسی گروہ یا مسلک کے افراد متحرک ہوگئے ہوں لیکن جس بڑے پیمانے پر ان سرگرمیوں کا دائرہ وسیع ہونا چاہئے وہ نہیں ہو پاتا، نہ مطلوبہ اہداف ومقاصد کا حصول ممکن ہو پاتا ہے اور نہ ان انفرادی سرگرمیوں کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ بلاشبہ بڑے اسلامی ممالک کے درمیان دعوت دین کے فروغ کے حوالے سے اشتراک عمل اور باہم مربوط سرگرمیوں کے نتائج وسیع پیمانے پر نظر آئیں گے۔

بہتر ہوگا کہ اسلامی کانفرنس تنظیم (O.I.C) آگے بڑھ کر بڑے اسلامی ممالک اور حکومتوں کے

ساتھ مل کر ہر سال ایک یا دو مرتبہ مشاورتی کانفرنسوں کا انعقاد کرے، جس کے ذریعے بین الاقوامی سطح پر سفارتی روابط کو بہ روئے کار لاتے ہوئے اسلامی شان وشوکت کے احیاء ﷺ اور مسلمانوں کے مسائل حل کرنے کی راہ ہموار کی جاسکے۔

پنجم۔ عالمی اسلامی تنظیموں کی سطح پر

الحمد للہ عالم اسلام میں ان دگرگوں حالات میں بھی ایسے بے شمار علمی ادارے اور بین الاقوامی سطح کی تنظیمیں موجود ہیں جو دعوت دین اور امت مسلمہ کے مقاصد کی آب یاری کے لئے پوری دنیا میں بر سرِ پیکار ہیں۔ اسلامی کانفرنس تنظیم (O.I.C) اور رابطہ عالم اسلامی ان تنظیموں میں سرفہرست ہیں، جو دنیا کے کئی اسلامی ممالک میں اپنی خدمات انجام دے رہی ہیں لیکن بہ ظاہر ان کے درمیان ہم آہنگی اور باہمی اشتراکِ عمل نہ ہونے کے برابر ہے۔

کچھ امور پوری امت مسلمہ کے درمیان قدر مشترک کا درجہ رکھتے ہیں جس کے لئے بلا اختلاف دنیا کے گوشے گوشے میں آباد مسلمان اور تمام تنظیمیں وادارے مطلوبہ کردار ادا کر سکتے ہیں، ان امور میں تحفظ ناموس رسالت مآب ﷺ کا معاملہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ جن تنظیموں کا اوپر ذکر گزرا ہے شرق و غرب میں مختلف غیر اسلامی ممالک میں ان کے دفاتر، نمائندے اور ممبران موجود ہیں جن کے ذریعے اسلامی دنیا کے اہم مسائل کے حل بالخصوص اسلامی تہذیب وتمدن اور شعائر اسلام کے تحفظ کے لئے زیادہ سے زیادہ سرگرمیوں کی توقع کی جاسکتی ہے۔ مسئلہ کشمیر و فلسطین ہو یا مسئلہ چیچنیا، اس طرح کے سیاسی مسائل کے حوالے سے بسا اوقات بات کرنا مشکل ہوتا ہے لیکن تحفظ ناموس رسول اکرم ﷺ اسلام کی عمومی تعلیمات اور عقائد اسلام کے بارے میں تگ ودو ہرگز دشوار نہیں۔

مذکورۃ الصدر اسلامی تنظیمیں دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ممالک کے دارالحکومتوں میں خواہ وہ مغربی ممالک ہوں یا مشرقی، وقفے وقفے سے قلیل مدتی دورہ جات اور علمی کانفرنسوں کا انعقاد ممکن بنائیں، جن میں عام اسلامی تعلیمات کے علاوہ، دین اسلام کی عزت وآبرو اور ناموس رسول اکرم ﷺ کے تحفظ سے متعلق امور زیر بحث لائے جائیں، ان پروگرامات میں غیر مسلم حلقوں سے تعلیم یافتہ اور مختلف ثقافتی شعبوں سے منسلک افراد کے علاوہ سفارت کار اور بااثر طبقات کی شرکت یقینی بنائی جائے۔ ان کانفرنسوں اور پروگرامات سے دنیا کے مفاد پرست ٹولے کے پروپیگنڈے کا توڑ بھی ممکن ہے، اور اسلام کے خلاف معاندانہ سرگرمیوں کے اثرات کم کرنے میں بھی مدد ملے گی۔

ششم: بین الاقوامی تنظیموں کے پلیٹ فارم سے

اسلامی ممالک کو بین الاقوامی تنظیموں کے پلیٹ فارم سے اسلام کے مقاصد، تعلیمات اور خصوصیت کے ساتھ نبی آخرالزمان ﷺ کی ناموس کے تحفظ کے لئے اثر انگیز کاوشوں میں تیزی لانی چاہئے۔ ان میں بعض سرگرمیاں ذیل میں اختصار کے ساتھ درج کی جارہی ہیں:

الف۔ تمام اقوام عالم اور فورمز کے اتفاق رائے سے ایسے بین الاقوامی قوانین اور چارٹر کی تشکیل جس سے واجب الاحترام دینی شخصیات کی ناموس اور مقام و مرتبے کا تقدس یقینی بنایا جاسکے۔

ب۔ ایسے قوانین کی اہمیت اور اجراء کی ضرورت پر مختلف ممالک کی حکومتوں کو آمادہ کرنا کہ جن سے توہین رسالت (Blasphemy) اور واجب الاحترام دینی شخصیات کی ہتک عزت جیسے گھناؤنے جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف کارروائی کی راہ ہموار ہوسکے۔

ج۔ ایک ایسے بین الاقوامی فورم کی تشکیل وتاسیس کی تگ ودو کی جانی چاہئے جس میں نمایاں دینی شخصیات کی ناموس اور دینی شعائر کی پامالی کا ارتکاب کرنے والے مجرمین کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جاسکے۔

د۔ آزادئ اظہار رائے کا معنیٰ ومفہوم متعین کرنے کے لئے بین الاقوامی ضابطہ اخلاق مرتب کیا جانا چاہئے جس میں خصوصیت کے ساتھ صحافتی ذرائع ووسائل کے استعمال کی حد بندی اس طرح کی گئی ہو کہ ان کا منفی استعمال روکا جاسکے۔ آزادئ اظہار رائے کے قواعد کی تدوین میں اس بات کا مکمل اہتمام کیا گیا ہو کہ آزادئ اظہار کے بے جا اور ناروا استعمال کے نام پر جملہ انبیائے کرام علیہم السلام اور دیگر واجب الاحترام دینی شخصیات کی ناموس وحرمت کا تقدس پامال نہ کیا جاسکے۔

ہ۔ دنیا بھر کے ممالک کو پابند بنایا جائے کہ امتناع توہین رسالت کے لئے تشکیل دیے گئے ضابطہ اخلاق اور چارٹر کو اپنے ملک کے قوانین میں شامل کراکے ان کے مطابق عمل درآمد کو یقینی بنائیں۔

و۔ تمام ممالک کو شعائر اسلام اور دینی اقدار کے دفاع وتحفظ کی اہمیت باور کرانے کے لئے عالمی سیاست پر اثر ڈالنے والے اقتصادی معاہدوں سے بھی کام لیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مغربی ممالک کے عرب دنیا اور بیشتر اسلامی ملکوں کے ساتھ تزویراتی (Strategic) واقتصادی نوعیت کے اہم مفادات وابستہ ہیں اور ان مسلمان ممالک کے لئے ہرگز دشوار نہیں کہ وہ مغربی ممالک کیساتھ کیے گئے معاہدوں اور سیاسی معاملات پر نظر ثانی کرکے انہیں عالم اسلام اور امت مسلمہ کے مفادات کے تحفظ پر مجبور نہ کرسکیں۔

حوالہ جات

۱۔ الاحزاب:۳۶

۲۔ النساء:۶۵

۳۔ النور:۵۱

۴۔ الصّف:۱۴

۵۔ الاحزاب:۶

۶۔ التوبۃ:۲۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی تعلیمات اور آپ کی معاشی زندگی

معیشت نبوی ﷺ

مؤلف: سید فضل الرحمٰن

یہ کتاب اپنے موضوع کے حوالے سے دو اہم پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے:

○ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی تعلیمات

○ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی زندگی۔ جس میں خاص طور پر آپ ﷺ کی مکی اور مدنی عہد میں معاشی مصروفیات اور معمولات کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں

صفحات: ۱۶۰ قیمت: ۱۶۰ روپے

ناشر

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے۔۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی

فون:021-36684790

E-mail: info@rahet.org

www.rahet.org